REGD No. L. 5254

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فون نمبر ۴۹

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ
عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

روزنامہ
الفضل
ربوہ
یوم پنجشنبہ
فی پرچہ ۱۰؍

جلد ۴۷/۱۲ | ۲۰ تبلیغ ۱۳۳۷ ہش ۲۰ فروری ۱۹۵۸ء | نمبر ۴۴

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیریت کراچی پہنچ گئے

کراچی ۱۸ فروری ۔ بذریعہ تار اطلاع موصول ہوئی ہے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز معہ اہل بیت و خدام بخیر و عافیت کراچی پہنچ گئے ہیں۔ الحمد للہ

احباب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت و سلامتی اور درازئ عمر کے لئے التزام سے دعائیں جاری رکھیں ۔

عراق معاہدۂ بغداد سے ہرگز علیحدہ نہیں ہوگا

علیحدگی کی تمام افواہیں سراسر بے بنیاد اور جھوٹی ہیں

استنبول ۱۹ فروری ۔ وزیر اعظم ترکی جناب عدنان مندریز نے کل یہاں عراقی سفیر مقیم انقرہ مسٹر راوی سے ملاقات کرنے کے بعد اعلان کیا کہ عراق معاہدۂ بغداد سے علیحدگی اختیار نہیں کرے گا۔ عراقی سفیر نے بھی بعد میں ایک بیان دیتے ہوئے کہا کہ میں نے مسٹر مندریز پر واضح کر دیا ہے ۔ کہ اردن اور عراق کے نئے وفاق کی بناء پر معاہدۂ بغداد سے عراق کی علیحدگی کے بارے میں جو افواہیں پھیلی ہوئی ہیں ۔ وہ سراسر بے بنیاد اور جھوٹی ہیں ۔ انہوں نے مزید کہا عراق معاہدے کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا ۔

حضور ایدہ اللہ کا ڈاک کا پتہ

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کراچی تشریف لے گئے ہیں۔ حضور کا ڈاک کا پتہ حسب ذیل ہے ۔

معرفت شیخ رحمت اللہ صاحب
نائب امیر جماعت احمدیہ
۱۴۶ بندر روڈ کراچی
تار کا پتہ
Care Soberity
Karachi

مصری فوج شمالی سوڈان میں داخل ہو گئی

سوڈان کے سینکڑوں مربع میل رقبے پر مصری ملکیت کا دعوےٰ

قاہرہ ۱۹ فروری ۔ مصری فوج نئی عرب جمہوریہ کے مجوزہ صدارتی انتخاب کے سلسلہ میں کل شمالی سوڈان کے وسیع علاقے میں داخل ہو گئی تھی۔ سوڈان کے دستے بھی اس علاقے میں پہونچ گئے ۔ اور اب یہاں سوڈان اور مصر دونوں کے فوجی دستے آمنے سامنے کھڑے ہیں ۔

مصر نے متنازعہ فیہ علاقے پر مصری ملکیت کا دعوےٰ کرتے ہوئے ایک اعلان میں سوڈان پر یہ الزام عائد کیا ہے کہ سوڈانی دستوں نے اس علاقہ میں پہنچکر ۱۸۹۹ء کے معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہے اور مصر کی خود مختاری کو چیلنج کیا ہے مصر نے سوڈان سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ متذکرہ علاقے سے اپنی فوج ہٹالے ۔

مبلغین اسلام سیرالیون جانے کیلئے

۲۱ فروری کو روانہ ہو رہے ہیں

مکرم چوہدری محمد اسحٰق صاحب شاہد بی۔ اے اور مکرم مولوی محمد بشیر صاحب شاد شاہد مورخہ ۲۱ فروری بروز جمعہ سیرالیون کے لئے پنجاب ایکسپریس کے ذریعہ روانہ ہو رہے ہیں ۔ احباب اس روز بوقت مقررہ ربوہ ریلوے سٹیشن پر پہنچکر اپنے مجاہد بھائیوں کو دلی دعاؤں کے ساتھ رخصت کریں ۔ (نائب وکیل التبشیر)

اعلان تعطیل

۲۰ فروری کو یوم مصلح موعود کی تقریب پر دفتر الفضل میں تعطیل ہوگی ۔ اس لئے ۲۱ فروری کا الفضل شائع نہیں ہوگا قارئین کرام اور ایجنٹ صاحبان مطلع رہیں (مینیجر الفضل)

مشرقِ وسطیٰ کی عربی صحافت نے عوام کو سیاسی طور پر بیدار کرنے میں

— نمایاں کردار ادا کیا ہے —

"الصحافۃ العربیۃ" کے موضوع پر مکرم نور احمد صاحب منیر کی تقریر

ربوہ ۱۸ فروری "قومی نقطۂ نگاہ سے مشرقِ وسطیٰ کی عربی صحافت یقیناً ایک کامیاب صحافت ہے" یہ ہے وہ تاثر جس کا اظہار مکرم نور احمد صاحب منیر سابق مبلغ شام و لبنان نے کل یہاں ایک تقریر کرتے ہوئے کیا ۔ آپ تعلیم الاسلام کالج کی مجلس عربی کے ایک اجلاس میں جو مکرم مولانا ابو العطاء صاحب کی زیر صدارت منعقد ہوا تھا۔ الصحافۃ العربیۃ کے موضوع پر حاضرین سے عربی زبان میں خطاب فرما رہے تھے ۔

دوران تقریر میں آپ نے کہا مشرق وسطیٰ کی عربی صحافت نے عوام کو سیاسی طور پر بیدار کرنے اور اسی طرح حریت وطن کی علمبرداری کا فرض ادا کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے ۔ اور یہی اس کی وہ نمایاں خوبی ہے ۔ جو اسے گمنامی اور ناقابلِ التفات حالت سے نکال کر بام عروج پر پہنچانے کی ذمہ دار ہے ۔

تقریر کے آغاز میں آپ نے مشرق وسطیٰ کی عربی صحافت کی تاریخ اور اس کے مختلف ادوار پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ دولتِ عثمانیہ کے عہد میں عربی صحافت بہت پسماندہ حالت میں تھی ۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد جب عرب ممالک برطانیہ اور فرانس کے زیر انتداب آئے تو کسمپرسی کی یہ حالت بدستور قائم رہی ۔ ابتداءً اخبارات نے اپنے نئے حکمرانوں کے بارہ میں نرم اور محتاط رویہ اختیار کیا

(باقی صفحہ ۸ پر)

"دنیا کا آئندہ مذہب اسلام ہوگا"

منصف صاحبان کے فیصلہ کے مطابق تعلیم الاسلام ہائی سکول کے عطاء المجیب صاحب اول اور جامعہ احمدیہ کے جمیل الرحمٰن رفیق صاحب دوم قرار پائے ۔ منصفی کے فرائض چوہدری رشید احمد صاحب قائمقام ڈویژنل انسپکٹر ملتان ڈویژن ۔ خان عبد الغفور خان صاحب ڈپٹی ڈویژنل انسپکٹر چوہدری خبیر احمد صاحب ہیڈ ماسٹر نارمل ہائی سکول چنیوٹ اور چوہدری محمد شفیع صاحب اے ڈی آئی چنیوٹ نے ادا فرمائے ۔

تعلیم الاسلام ہائی سکول کا تقریری مقابلہ

ربوہ ۱۹ فروری کل تعلیم الاسلام ہائی سکول میں سالانہ تقریری مقابلہ ہوا ۔ جس میں سکول کے طلبہ کے علاوہ جامعہ احمدیہ اور ینگ سپیکرز یونین تعلیم الاسلام کالج کے مقررین نے بھی حصہ لیا ۔ تقریروں کے لئے حسب ذیل موضوع مقرر تھا ۔ "

ایڈیٹر :- روشن دین تنویر بی - اے ، ایل ایل بی

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں طبع کرا کر دفتر الفضل ربوہ سے شائع کیا

روزنامہ الفضل ربوہ

مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۵۸ء

اتحاد کی بنیاد — لا اکراہ فی الدین

مسلمان فرقوں میں آئے دن جو تصادم ہوتے رہتے ہیں۔ ان کی تازہ مثال مشرقی پاکستان کے بریلویوں اور دیوبندیوں کا فساد ہے۔ جس کے متعلق اکثر دینی اخبارات نے لکھا ہے۔ ذیل میں ہم ہفت روزہ الاعتصام مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۵۸ء کے اداریہ سے جو مولانا داؤد غزنوی صاحب کے قلم سے ہے۔ ایک ذرا طویل اقتباس درج کرتے ہیں جو مولانا نے مسلمان فرقوں کی باہمی آویزش کو خاصی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور اس کی وجوہات پر بھی کسی قدر روشنی ڈالی ہے۔ اور آخر میں اس کا علاج بھی بتایا ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔

”ہمارے ملک میں شیعہ سنی اختلاف پھر سنیوں کے مختلف فرقوں میں اختلاف ایک عرصہ سے چلا آرہا ہے۔ لیکن قیام پاکستان کے بعد اس اختلاف نے نہایت افسوسناک شکل اختیار کر لی ہے۔ انگریز کے عہد حکومت میں ہم بڑی آسانی سے یہ الزام انگریز حکمرانوں پر عائد کر دیتے کہ یہ اپنی حکومت کے استحکام کے لئے اس پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔ کہ لڑاؤ اور حکومت کرو۔“ لیکن آج تو ہماری اپنی حکومت ہے آج ہمیں کون لڑا رہا ہے تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس وقت بھی ہم اپنی جہالت سے لڑتے تھے۔ اور آج بھی ہم اپنی نادانیوں سے ایک دوسرے سے برسرپیکار ہیں۔ مغربی پاکستان میں سنیوں کے مختلف فرقوں کے مقررین اور واعظ حضرات نے ایک دوسرے کے خلاف اشتعال انگیز تقریروں کا سلسلہ قیام پاکستان کے بعد سے اس طرح جاری کر رکھا ہے کہ یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے۔ کہ انگریز کے عہد حکومت میں اس قسم کی اشتعال انگیزی نہیں ہوا کرتی تھی۔ اس سلسلہ میں ہماری یہ رائے ہے کہ

اس افسوسناک صورت حال کی ذمہ داری ہمارے علماء اور ارباب اقتدار دونوں پر عائد ہوتی ہے۔

علماء کا یہ ادعا ہے کہ ہم نائب رسول ہیں۔ ہم اسلام کی عزت و حرمت کے پاسبان ہیں ہماری تعظیم اسلام کی تعظیم اور ہماری توہین اسلام کی توہین ہے۔ لیکن باین ہمہ انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ اور نوجوان بالعموم علماء کی فتنہ آرائیوں کو دیکھ کر علماء سے متنفر ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ملا کا مذہب فساد فی سبیل اللہ ہے۔“

(الاعتصام ۱۴ فروری)

الاعتصام اہلحدیث کا ہفت روزہ ہے۔ اس لئے ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا کہ اداریہ میں فسادات کی تمام تر ذمہ داری سنیوں پر ڈال لینے کی کوشش کی گئی ہے۔ حالانکہ جیسا کہ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں۔ کہ گو سنیوں کا رویہ اکثر فساد انگیز ہوتا ہے۔ لیکن اہلحدیث اور دیوبندیوں کو بالکل بے قصور نہیں کہا جاسکتا ہے۔ ان کے علماء بھی سنیوں سے کم آتش بیاں نہیں ہوتے

الغرض مولانا نے یہ تو تسلیم کیا ہے کہ اس صورت حال کی ذمہ داری ہمارے علماء پر عائد ہوتی ہے۔ اور اس کا علاج بھی بتایا ہے۔ کہ

”سب سے پہلے تمام جماعتوں کے مقتدر علماء کا فرض ہے کہ اسلام کی عزت و حرمت کی خاطر اور اس کے بعد ملت پاکستان اور اس پاکستان کے بقاء و استحکام کے پیش نظر ایک مؤثر اور متحدہ کوشش کریں۔ کہ یہ خوفناک روش جو ہمارے مقررین اور واعظوں نے اختیار کر رکھی ہے۔ اسے ختم کریں۔ آزادی تقریر کا حق بے شک سب کو حاصل ہے۔ لیکن ایسی آزادی قانوناً اور اخلاقاً کسی کو حاصل نہیں جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں منافرت پیدا ہو۔ اور وہ قتل و غارتگری میں مبتلا ہو جائیں“

(الاعتصام ۱۴ فروری)

مگر آپ نے اس نہایت اہم مسئلہ پر صرف سطحی نگاہ ڈالی ہے۔ اور اصل خرابی کی کنہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں فرمائی۔ جو یہ ہے کہ ہمارے ان علماء کی بلا استثناء کچھ ایسی ذہنیت نشو و نما پا چکی ہے۔ کہ وہ اپنے ذاتی عقائد دوسروں پر بالجبر ٹھونسنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک یہ سمجھتا ہے کہ جو عقائد اس کی سمجھ میں آتے ہیں۔ دوسروں کا انہیں اختیار کئے بغیر چارہ نہیں۔ خواہ جبر و اکراہ اختیار کرنا پڑے۔ سب کو اپنا ہم خیال بنانا لازمی ہے۔ یہ مرض ہے جو ایک مدت سے ہمارے اہل علم حضرات کو لگا ہوا ہے۔ چنانچہ پنجابی میں ان کا یہ مشہور قول ہے کہ

چار کتاباں آسماناں آیاں اک آیا اے ڈنڈا
ڈنڈے باہجوں بے ایماناں دا مول نہ بھجے کنڈا

مسلمان اہل علم حضرات کی یہ ذہنیت ہے۔ جو اس تمام خرابی کی بنیاد ہے۔ ہر ایک اپنے آپکو مجاہد اعظم سمجھتا ہے۔ جس کا فرض منصبی ہے۔ کہ خواہ بزور شمشیر ہی کرنا پڑے۔ ہر ایک کو اپنے عقیدے پر قائم کرنا فرض ہے۔ اس غرض کے لئے انہوں نے اپنے اپنے عقائد کی تائید اور دوسرے کے عقائد کی تضحیک کے لئے نعرے ایجاد کئے ہوئے ہیں۔ جن سے وہ اپنے مریدوں کو اشتعال دلاتے ہیں اور لڑاتے ہیں۔

جیسا کہ مولانا نے بیان فرمایا ہے۔ یہ تنازعات پاکستان بننے کے بعد بہت

(باقی صفحہ ۸ پر)

مقامِ محمود

گلفشاں تجھ سے ہے تقدیسِ بشر کا گلشن
ایک رحمت کا نشاں تیرا وجودِ روشن

تیری صورت سے نمایاں ہے مقدس جبروت
حرفِ الہام میں ہے تیری ولادت کا ثبوت

تیری تنویر ہر اک رنگ میں لہراتی ہے
شانِ یزداں ترے پیکر میں نظر آتی ہے

خون کے قطرے گرے فرشِ زمیں کی قسمت
اس سے پیدا ہوئی فضلِ عمر کی نسبت

پارسائی کا دیں دیکھنے والا تیرا
زہد و تقوےٰ کے چراغوں میں اُجالا تیرا

تجھ سے ملت کے گلستاں میں مہک آتی ہے
تجھ سے اسلام کی عظمت میں چمک آتی ہے

تیرے افکار ہمیں، مشرق و مغرب کے لئے
تیرے انوار حسیں، مشرق و مغرب کے لئے

فتنہ گر اپنے ہی انگاروں میں جب جلتا ہے
تیری مضبوط قیادت کا پتہ چلتا ہے

حالِ اختر پہ جو اک بار نظر ہو جائے
ایک تاریک شبستاں کی سحر ہو جائے

اختر گورنمنٹ پوری

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی تقریر

جلسہ سالانہ ۵۷ء میں

اللہ تعالیٰ کی انگلی شروع سے ہی اس طرف اشارہ کر رہی تھی کہ آنے والا مصلح دین میں ہی ہوں گا

مصلح موعود کی پیشگوئی خدا تعالیٰ کے متواتر نشانات کے ذریعہ پوری ہو چکی ہے

جو شخص بھی میرے مقابلہ میں کھڑا ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل اور ناکام کریگا

فرمودہ ۲۸ر دسمبر ۱۹۵۷ء بمقام ربوہ

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اس سال جلسہ سالانہ پر "سیر روحانی" کے متعلق اپنی اہم علمی تقریر شروع فرمانے سے قبل مصلح موعود کی پیشگوئی کے بارہ میں بھی بعض نہایت ایمان افروز واقعات بیان فرمائے تھے۔ اب جبکہ ۲۰ر فروری کو تمام جماعتوں میں اس خوشی میں جلسے منعقد کئے جا رہے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس پیشگوئی کو پورا فرما دیا۔ حضور کی تقریر کا یہ حصہ بھی افادۂ احباب کے لئے شائع کیا جاتا ہے۔ یہ تقریر میں اپنی ذاتی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہوں۔

(خاکسار محمد یعقوب مولوی فاضل انچارج شعبہ زود نویسی)

فرمایا

میری زندگی میں

کئی دور ایسے گذرے ہیں

جن میں خدا تعالیٰ نے مجھ سے ایسے کام لئے ہیں جو اس طرف اشارہ کرتے تھے کہ آنے والا مصلح دین میں ہی ہوں گا۔ اوّل تو وہ وقت آیا جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہوگئے۔ اس وقت میری عمر صرف انیس سال کی تھی۔ اور میں نے دیکھا کہ کئی بڑے بڑے پرانے احمدی کہتے پھرتے تھے کہ بے وقت موت ہو گئی ہے۔ اب تو اس سلسلہ میں داخل رہنا بڑا مشکل ہے۔

لاہور کے ایک ڈاکٹر تھے

مگر ڈاکٹر سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب یا ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ تھے۔ وہ اور ڈاکٹر تھے اور کسی وقت ان میں اتنا اخلاص ہوتا تھا۔ کہ انہوں نے اپنی بیوی کو جو ڈیرہ غازیخاں کی رہنے والی تھی خود قادیان میں لا کر رکھا ہوا تھا۔ تاکہ وہ حضرت صاحب کی خدمت کرے۔ وہ شاعرہ بھی تھی اور عجیب قسم کے ہنسی والے شعر بناتی تھی جن میں مولویوں کی ہنسی اڑاتی تھی اور پھر وہ انہ اپنی کاپی لا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سناتی تھی کہ میں نے یہ شعر کہے ہیں۔ پھر وہ لاہور چلے گئے۔ اُن کی لڑکی بھی باقاعدہ سند یافتہ ڈاکٹر تھی اور بیوی بھی ڈاکٹری کا کام کرتی تھی لیکن وہ امتحان میں پاس نہیں ہو سکی تھی۔ میں لاہور میں ایک دفعہ ان کے گھر بھی گیا تھا۔ انہوں نے بھینس رکھی ہوئی تھی۔ اور بڑے خوش تھے کہ انہیں لاہور میں جگہ مل گئی ہے۔ غرض وہ ایسا نازک وقت تھا کہ ایسے پرانے مخلص لوگ بھی جو قادیان میں کئی کئی مہینے اپنی بیویوں کو اس لئے رکھتے تھے کہ وہ حضرت صاحب کی خدمت کریں اور ان کی ڈائری ہم کو بھیجا کریں۔ وہ بھی یہ کہنے لگ گئے تھے کہ اب تو احمدیت میں رہنا بڑا مشکل ہے۔

جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہوئے ہیں اُس وقت میں باہر اپنی بڑی بیوی کو لینے کے لئے گیا ہوا تھا جو اپنی والدہ سے ملنے کے لئے مجھ سے چھٹی لیکر گئی ہوئی تھیں مگر اچانک

حضرت صاحبؑ کی وفات

ہوگئی۔ اور میں ایک ٹمٹم لیکر اور اس میں ان کو سوار کرا کے واپس لایا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام فوت ہو چکے تھے۔ اس وقت اس ڈاکٹر کی یہ بات سُن کر کہ اب احمدیت میں کون رہ سکتا ہے۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سرہانے کھڑا ہوا۔

حضرت اُمّ المومنینؓ

تو اپنی ہمت کے مطابق یہ کہتی جاتی تھیں کہ

اے خدا ہمارا آسرا ان پر نہیں تھا تجھ پر تھا۔ یہ مر گئے ہیں مگر تو زندہ ہے۔ اُمید ہے کہ تُو ہمارا ساتھ نہیں چھوڑے گا۔

اور میرے دل میں اس وقت جوش اٹھا اور میں نے کہا کہ اے خدا مجھے یقین ہے کہ مسیح موعود سچا تھا۔ اب یہ فوت ہو گیا ہے اور اب بظاہر اس کے مشن اور اس کی تعلیم کی حفاظت کرنے والا کوئی نہیں۔ میں بچہ ہوں پر اے میرے خدا

میں تیری قسم کھا کے کہتا ہوں

کہ اگر ساری دنیا نے اس سے مُنہ موڑ لیا تو میں اس سے مُنہ نہیں موڑونگا اور میں اُس وقت تک چین نہیں لونگا جب تک کہ ساری دنیا کو اس کے قدموں میں لا کر نہ ڈال دوں۔

یہ پہلا فعل تھا جس کو دیکھ کر اب پتہ لگتا ہے کہ درحقیقت اس سے میرے مصلح موعود ہونے کی طرف اشارہ ہوتا تھا۔ گو میں نے اس وقت اس سے یہ اشارہ نہیں سمجھا۔ دوسری دفعہ پھر یہ بات اس طرح ظاہر ہوئی کہ

میں ۱۹۱۳ء میں شملہ گیا

وہاں میرے بہنوئی نواب محمد علی خان صاحب اپنے بیوی بچوں کو ساتھ لے کر گئے ہوئے تھے۔ جماعت شملہ نے مجھے کہا کہ یہاں آپ ایک تقریر کریں۔ اس تقریر کے نوٹ میں نے لکھے اور پھر اس خیال سے کہ اس جلسہ کے متعلق اشتہار بھی چھاپ دیں میں نے ارادہ کیا کہ ایک اشتہار چھپوا لیا جائے مگر جس پریس میں بھی میں گیا انہوں نے تعصب کی وجہ سے اشتہار چھاپنے سے انکار کر دیا۔ آخر میں نے ایک دستی پریس خریدا تاکہ اس پر اشتہار چھاپ لیا جائے اور شہر میں تقسیم کر دیا جائے کہ فلاں وقت جلسہ ہوگا۔

حافظ روشن علی صاحب مرحومؓ

میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے وہ بھی اس کام میں میرے ساتھ شریک ہوگئے۔ میں نے چاہا کہ پانچ سات سو یا ایک ہزار اشتہار نکل جائے تاکہ لوگوں کو توجہ پیدا ہو۔ مگر چونکہ پہلا کام تھا اسلئے کام کرتے کرتے رات کے ساڑھے بارہ بج گئے۔ جب رات کے ساڑھے بارہ بجے تو حافظ صاحبؓ کہنے لگے

کہ آپ کو تو معلوم نہیں کیا ہو گیا ہے کہ آپ اس کام کو چھوڑتے ہی نہیں۔ میں تو اب سوتا ہوں۔ یہ کہہ کر انہوں نے زمین پر سر رکھا اور سر رکھتے ہی ان کے خراٹوں کی آواز آنے لگ گئی۔ میں نے سمجھا کہ شاید مذاق کر رہے ہیں۔ مگر جب ٹٹولا تو سچ مچ سوئے ہوئے تھے۔ بہرحال دوسرے دن وہ اشتہار لوگوں میں بانٹا گیا۔ اُنہی دنوں

مَیں نے خواب میں دیکھا

کہ خدا تعالیٰ میرے سامنے آیا ہے۔ اور اس نے مجھے کہا ہے کہ تیرے راستہ میں بڑی مشکلات ہیں۔ اُسوقت رؤیا میں مجھے نظر آیا۔ کہ ایک پہاڑی ہے جس میں ایک راستہ بنا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ تم اس راستہ پر نیچے کی طرف چلے جاؤ۔ وہ تمہاری منزلِ مقصود ہے لیکن راستہ میں تم کو بڑی بڑی بلائیں ملیں گی۔ کبھی تو کٹے ہوئے سر تمہارے سامنے آئیں گے جن کے ساتھ دھڑ نہیں ہوگا۔ کبھی دھڑ تمہارے سامنے آئیں گے اور ان کے سر نہیں ہوں گے۔ وہ بلائیں تمہیں آکر ڈرائیں گی۔ اور بعض دفعہ تم کو اپنی طرف بلائیں گی اور کہیں گی کہ اِدھر آؤ مگر تم نے ان کی باتوں کا جواب نہیں دینا۔ تم اپنا کام کرتے چلے جانا اور یہ کہتے چلے جانا کہ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

چنانچہ یہ ایک عجیب بات ہے کہ میری پیدائش کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بالکل یہی الفاظ استعمال فرمائے ہیں کہ جب اس پیشگوئی کی شہرت کامل درجہ پر پہنچ گئی:-

"تب خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء کو مطابق ۹ر جمادی الاوّل ۱۳۰۶ھ میں بروز شنبہ محمود پیدا ہوا۔" (تریاق القلوب طبع اوّل صفحہ ۴۲)

اور پھر آج تک مَیں جو بھی مضمون لکھتا ہوں اس کے اوپر اس خواب کے مطابق یہ ضرور لکھتا ہوں کہ:-

"خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ"

چنانچہ آج بھی جو نوٹ میرے پاس ہیں اُن پر بھی لکھا ہوا ہے کہ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھو الناصر

اب دیکھو یہ ۱۹۱۳ء کا واقعہ ہے۔ جس پر چوالیس سال گزر چکے ہیں مگر چوالیس سال میں میں نے کبھی اس طریق کو نہیں چھوڑا بلکہ اس کے بعد جو بھی میں نے تحریر لکھی یا تقریر کے نوٹ تیار کئے اس کے اوپر مَیں نے یہ ضرور لکھا کہ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھو الناصر

"ھو الناصر" مَیں اسلئے لکھا کرتا ہوں کہ خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کا مَیں نواسہ ہوں ان کے والد خواجہ محمد ناصر صاحب کو خدا تعالیٰ نے الہاماً بتایا تھا کہ جو شخص اپنی کسی تحریر کی پیشانی پر ھو الناصر لکھیگا اللہ تعالیٰ اس تحریر کو مقبولیت عطا فرمائے گا۔ (میخانہ درد صفحہ ۹۲)

اسی طرح جب ان پر آسمانی انوار کا دروازہ کھولا گیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ "یہ ایک خاص نعمت تھی جو خانوادہ نبوت نے تیرے واسطے محفوظ رکھی ہوئی تھی۔ اسکی ابتدا تجھ سے ہوئی ہے اور انجام اس کا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہوگا۔" (میخانہ درد صفحہ ۳۶)

یعنی آخری زمانہ میں مسیح موعود ظاہر ہوگا اور تیرا خاندان اسکے خاندان میں مل جائیگا۔ چنانچہ حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا جو حضرت خواجہ میر درد کے خاندان میں سے تھیں جب انکی شادی غیر معمولی حالات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہوئی تو

خواجہ میر درد صاحب مرحوم کا خاندان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان سے آکر مل گیا۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سید احمد صاحب بریلوی کو تیرھویں صدی کا مجدد قرار دیا ہے۔ (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۶۳) اور ہمارے نانا جان صاحب مرحوم کی ایک بہن بھوپال میں ایک مولوی صاحب سے بیاہی گئی تھیں جو سید احمد صاحب بریلوی کے مرید تھے اور جن کو انہوں نے اپنا خلیفہ بنا کر بھوپال میں بھیجا تھا اور کہا تھا کہ وہاں جا کر حدیث کو رائج کرو۔ مجھے جو خوابیں آئی تھیں مَیں نے انکی غلط تعبیر کی تھی۔ میں نے سمجھا تھا کہ شاید میں ہی مہدی موعود ہوں مگر معلوم ہوتا ہے میں مہدی موعود نہیں۔ اور چونکہ میرا وقت اب قریب آگیا ہے اسلئے تم ہندوستان میں واپس جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے اس غرض کے لئے تین آدمی بھیجے تھے۔ ایک کو بہاولپور بھیجا۔ ایک صاحب کو جنکے شاگردوں میں مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی بھی تھے جو اہلحدیث کے مشہور لیڈر تھے بنگال کیطرف بھیجا۔ کیونکہ بنگال سے انہیں بہت مدد آتی تھی۔ اور ایک کو بھوپال بھیجا۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ خدائی نوشتوں میں

یہ پہلے سے مقدر تھا

کہ اِدھر سے خواجہ میر درد صاحب کے ساتھ یہ سلسلہ مل جائے اور اُدھر سے حضرت نانا جان صاحب مرحوم کی بہن کے ذریعہ سے تیرھویں صدی کے مجدد سے یہ سلسلہ جا ملے اور اس طرح وہ بات پوری ہو جائے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تحریر فرمائی تھی کہ خدا تعالیٰ نے سید احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو میرے لئے الیاس کے رنگ میں بھجوایا تھا (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۱) چونکہ انہوں نے جن لوگوں کو اپنا خلیفہ بنا کر ہندوستان بھیجا تھا ان میں سے ایک خواجہ میر درد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نواسی کے خاوند تھے اسلئے دونوں طرف سے یہ رشتہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان سے آکر مل گیا۔ بہرحال جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے

مجھے رؤیا میں کہا گیا

کہ تم اس پہاڑی پر چلے جاؤ۔ جب میں چلا تو مجھے اس طرح کی شکلیں نظر آنے لگیں کہیں بڑے بڑے ہاتھیوں کی شکل جیسے آدمی دکھائی دیتے تھے۔ بعض مُنہ تو آدمیوں کا سا ہوتا تھا لیکن جسم ہاتھی کا۔ پھر کہیں اونٹ دکھائی دیتے جن کے ہاتھ پیر آدمیوں والے ہوتے اور جسم اونٹ والا۔ پھر آگے کوئی آدمی ملتا تو میں دیکھتا کہ اسکا دھڑ تو ہے لیکن سر غائب ہے اور وہ شکلیں مجھے اپنی طرف بُلاتیں اور کہتیں کہ جنگل میں آ جاؤ مگر مجھے خدا تعالیٰ کا بتایا ہوا فقرہ یاد رہا اور میں یہ کہتا چلا گیا کہ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

اور مَیں نے انکی کسی بات کا جواب نہ دیا۔ یہانتک کہ چلتے چلتے مَیں اس

جنگل کے پار گذر گیا

جب میں جنگل سے پار گذرا تو آگے اترائی آگئی۔ جب مَیں اُترائی پر آیا تو مَیں نے دیکھا کہ سامنے پہاڑی پر خدا تعالیٰ بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہی کہا کہ خدایا آپ کا احسان ہے کہ آپ مجھے خیر و عافیت سے یہاں لے آئے ہیں۔ اسپر اللہ تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ دیکھو مسیح موعود میرا نبی ہے اسپر یقین رکھو اور اگر چاہو تو پھر اس پہاڑی پر واپس چلے جاؤ۔ مگر مَیں نے کہا۔ مَیں واپس نہیں جانا چاہتا۔ مَیں اب یہیں رہوں گا۔ غرض اُس وقت خدا تعالیٰ کے مُنہ سے مَیں نے سُنا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میرے نبی ہیں یہ دوسرا موقعہ تھا جس میں خدا تعالیٰ نے مجھے عملی طور پر مصلح موعود ہونے کی طرف "خدا کے فضل اور رحم" کے الفاظ کے ساتھ توجہ دلائی۔ لیکن مَیں نے پھر بھی مصلح موعود ہونے سے انکار ہی کیا

خواجہ کمال الدین صاحب

نے بار بار لکھا کہ اگر تم مصلح موعود ہو تو قسم کھا جاؤ مَیں مان لوں گا (اندرونی اختلافات سلسلہ احمدیہ کے اسباب صفحہ ۵۷) مگر میں نے کہا جب تک خدا مجھے نہیں کہے گا مَیں نے قسم نہیں کھانی۔ جب خدا مجھے صاف لفظوں میں کہے گا کہ تو مصلح موعود ہے تب میں اپنے آپ کو مصلح موعود کہوں گا۔ ورنہ جب تک خدا مجھے نہیں کہے گا مَیں اپنے آپکو مصلح موعود نہیں کہوں گا۔

چنانچہ ۱۹۴۴ء میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ تم مصلح موعود ہو۔ اس پر مَیں نے ایک جلسہ ہوشیارپور میں جا کر کیا جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مصلح موعود کی پیشگوئی بتائی گئی تھی اور دوسرا جلسہ لاہور میں کیا جہاں مجھ پر اس پیشگوئی کے متعلق یہ انکشاف ہوا تھا۔ کہ مَیں ہی اس کا مصداق ہوں۔ اور تیسرا جلسہ لدھیانہ میں کیا جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلی بیعت لی تھی۔ اور چوتھا جلسہ دلّی میں کیا۔ کیونکہ دلّی میں حضرت خواجہ میر درد صاحب والی پیشگوئی پوری ہوئی تھی۔ اور میر درد رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد مہدی کے ساتھ آکر مل گئی تھی۔ اور دونوں ایک ہو گئے تھے

تیسرا نشان

اس وقت ظاہر ہوا۔ جب حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ فوت ہوئے۔ یعنی ایک نشان تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد ظاہر ہوا۔ اور دوسرا نشان ایک اور طرح پر حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی وفات پر ظاہر ہوا۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی بیماری میں مَیں نے خواب میں دیکھا تھا کہ مَیں جمعہ پڑھا کے نواب محمد علی خان صاحب مرحوم کے گھر کی طرف جا رہا ہوں اور گاڑی میں بیٹھا ہوا ہوں کہ مجھے پتہ لگا کہ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ میں اُس دن جمعہ کی نماز پڑھا کر نواب محمد علی خان صاحب مرحوم کی شکرم میں انکی کوٹھی کی طرف جا رہا تھا کہ راستہ میں مجھے اطلاع ملی کہ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے ہیں۔ نواب صاحب کو ہی

حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ

نے اپنی وصیّت لکھ کر دی تھی اور اُنہی کے کمرہ میں پڑھوائی تھی۔ اور پھر اُنہی کو آپ نے یہ وصیّت دے دی کہ اسے اپنے قبضہ میں رکھو۔ بعد میں کام آئے گی۔ چنانچہ بعد میں ہم نے اسے چھپوا دیا۔ اسی وقت مولوی محمد علی صاحب بھی وہاں بھاگتے ہوئے پہنچے۔ کہ شاید ریوڑیاں بٹ رہی ہوں گی۔ مَیں بھی اپنا حصّہ لے لوں۔ جس وقت وہ وہاں پہنچے اسوقت ان کے ساتھ کوئی اور دوست بھی تھے۔ شاید شیخ رحمت اللہ صاحب تھے یا ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب تھے یہ مجھے یاد نہیں بہرحال خواجہ کمال الدین صاحب نہیں تھے۔ کیونکہ وہ اُس وقت ولایت گئے ہوئے تھے انہوں نے آکر مجھے بلوایا۔ اور کہا کہ مولوی محمد علی صاحب آپ سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں

میں نکلا تو قادیان سے نکارے کی طرف جو سڑک جاتی ہے اس کی طرف وہ مجھے لے گئے اور تھوڑی دور جاکر کہنے لگے کہ میاں صاحب جماعت کے لئے بڑا نازک وقت ہے۔ میں نے کہا مولوی صاحب بالکل ٹھیک بات ہے

بڑا نازک وقت ہے

کہنے لگے مولوی صاحب (یعنی حضرت خلیفہ اوّل رضؓ) تو بڑے بزرگ آدمی تھے ان کی بیعت ہم نے کرلی اب آگے کیا بنے گا۔ میں نے کہا مولوی صاحب کی بیعت ہم نے محض بزرگ ہونے کی وجہ سے نہیں کی تھی بلکہ اس لئے کی تھی کہ جماعت کا ایک ہاتھ پر اتحاد رہے وہ ضرورت تو اب بھی موجود ہے۔ اس لئے اگر مولوی صاحب فوت ہو گئے ہیں تو کسی اور کے ہاتھ پر ہم جمع ہو جائیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ جماعت کے آگے یہ معاملہ پیش کر دیا جائے۔ اور وہ جس کو چنے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی جائے۔ مولوی محمد علی صاحب کہنے لگے کہ آپ یہ بات اس لئے کہہ رہے ہیں کہ آپ کو پتہ ہے کہ جماعت کس کو چنے گی۔ میں نے کہا اگر آپ کے نزدیک جماعت مجھے چنے گی تو پھر آپ کو کیا اعتراض ہے۔ لیکن بہرحال اگر آپ کے دل میں ایسا گندا شبہ ہے تو میں کھڑا ہو کر آپ کا نام پیش کر دوں گا اور کہوں گا کہ مولوی محمد علی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر لو۔ پھر جو میرے ساتھی اور دوست ہیں وہ ضرور آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے اور جھگڑا ختم ہو جائے گا۔ آپ خلیفہ ہو جائیں گے۔ چنانچہ اس کے بعد میں نے اپنے سارے خاندان کے لوگوں کو جمع کیا ان میں نواب محمد علی خانصاحب اور میاں بشیر احمد صاحب اور غالباً ہمارے نانا جان میر ناصر نواب صاحب بھی تھے۔ ان سب کو جمع کر کے میں نے کہا کہ دیکھو یہ جماعت کے لئے بڑے فتنے کا وقت ہے اگر اس وقت ہم قائم نہ رہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جماعت قیامت تک کے لئے بکھر جائے گی پھر میں نے ان سے ذکر کیا کہ میں نے مولوی محمد علی صاحب کے سامنے یہ بات پیش کی تھی کہ میں آپ کا نام لے دوں گا اور جماعت آپ کی بیعت کر لے گی۔ اور گو انہوں نے انکار کر دیا ہے۔ مگر پھر بھی میں سمجھتا ہوں کہ اگر اب بھی میں ان کا نام لے دوں اور آپ لوگ میری تائید میں ہوں تو ساری جماعت ادھر ہی چلی جائے گی۔ اس لئے آپ لوگ مجھے مشورہ دیں کہ میں کیا کروں اور کیا یہ مناسب نہیں ہوگا کہ میں مولوی محمد علی صاحب سے کہہ دوں کہ میں آپ کا نام پیش کرتا ہوں۔

مجھے یاد ہے

کہ اس وقت سب سے پہلے نواب محمد علی خانصاحب کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا بالکل ٹھیک بات ہے۔ ہمیں کسی خاص شخص کی خلافت سے غرض نہیں ہمیں تو جماعت کے اتحاد سے غرض ہے آپ ان کا نام پیش کر دیں۔ ہم سب لوگ آپ کی تائید کریں گے لیکن نانا جان صاحب مرحوم نے کچھ ہچکچاہٹ ظاہر کی اور کہا کہ ہم ایسے شخص کی بیعت کس طرح کر سکتے ہیں۔ مگر میں نے کہا آپ نہ کریں میں تو کروں گا۔ اور جب میں کروں گا تو پھر آپ کوئی اور آدمی تلاش کر لیں۔ آپ کو آخر مجھ پر بھی امید ہے مگر میں نے بہرحال مولوی محمد علی صاحب کی بیعت کر لینی ہے۔ پھر آپ جو چاہیں کریں۔ اس پر وہ بھی دب گئے مگر

خدا کی قدرت ہے

تھوڑی دیر کے بعد ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا کہ مسجد نور میں بہت سے لوگ جمع ہیں اور آپ کو بلا رہے ہیں۔ میں وہاں گیا اور میں نے یہی سمجھا ہوا تھا کہ میں کوشش کروں گا کہ لوگ مولوی محمد علی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔ لیکن جب خدا تعالیٰ نے کام مجھ سے لینا تھا تو مولوی محمد علی صاحب کس طرح کھڑے ہو جاتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب میں وہاں پہنچا تو مجھے مولوی محمد احسن صاحب مرحوم نے کہا کہ ہاتھ بڑھائیے اور بیعت لیجئے۔ مجھے بیعت کے الفاظ بھی یاد نہیں تھے۔ میں نے کہا مجھے تو بیعت کے الفاظ یاد نہیں۔

مولوی سید سرور شاہ صاحب

آگے بڑھے اور انہوں نے کہا کہ لفظ مجھے یاد ہیں میں کہتا جاؤں گا آپ دہراتے جائیے۔ اب پہلے تو مولوی محمد علی صاحب نے انکار کیا تھا لیکن اس وقت کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے میں بھی تقریر کرنا چاہتا ہوں پہلے میری بات بھی سن لیجئے۔ مگر تمام احمدیوں نے شور مچا دیا کہ ہم نہیں سننا چاہتے بیٹھ جائیے۔ بیٹھ جاؤ۔ اور اتنا شور مچا کہ مولوی محمد علی صاحب نے سمجھا کہ شاید یہ لوگ مجھے ماریں گے اور وہ ڈر کر بیٹھ گئے۔ غرض

جماعت نے میری بیعت کر لی

اس کے بعد انہوں نے لاہور میں جاکر شورش شروع کر دی۔ اور ایسے ایسے جھوٹ بولے کہ جن کا خیال کر کے بھی شرم آتی ہے۔ مثلاً میں ایک دفعہ بڑی مسجد میں جہاں حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ درس دیا کرتے تھے قرآن کریم کا درس دے رہا تھا کہ یہ بھی اس طرف سے کسی کام کے لئے گذرے اور بعد میں کہہ دیا کہ مجھے پتہ لگ گیا ہے کہ میرا اب قادیان میں رہنا ناممکن ہے کیونکہ مجھے لڑکوں نے پتھر مارے اور مجھے ذلیل کر کے میری کوٹھی تک دباتے آئے میں نے کہا مجھے نام بتائیے میں ابھی ان لڑکوں کو بلواتا ہوں اور انہیں سزا دیتا ہوں۔ پھر میں نے اپنے طور پر لڑکوں کو

تحقیق کے لئے بلوایا

تو انہوں نے کہا کہ ہم نے تو کوئی پتھر نہیں مارے۔ پھر میں نے مولوی محمد علی صاحب سے پوچھا کہ لڑکے تو انکار کرتے ہیں۔ وہ کہنے لگے انہوں نے پتھر نہیں مارے تھے بلکہ ایک لڑکے کو میں نے یہ کہتے سنا تھا کہ آؤ مولوی محمد علی صاحب کو روڑا ماریں۔ گویا بات صرف اتنی تھی۔ مگر اس کے لئے بھی میں خود ان کے مکان پر چل کر گیا اور میں نے کہا کہ میں آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ لڑکوں کی طرف سے معذرت کروں اور آپ سے خود واقعہ سنوں کہ بات کیا ہوئی ہے۔ اس وقت انہوں نے مجھے یہ بات بتائی۔ مگر میری معذرت سننے کے بعد بھی کہنے لگے کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اب میرا قادیان میں رہنا مناسب نہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ

آپ کا یہ دیار محبوب ہے

اس کو نہ چھوڑیں اور جس قسم کی حفاظت آپ کہتے ہیں اس قسم کی حفاظت کا میں ذمہ دار ہوں یا جس قسم کا اعلان آپ چاہتے ہوں اس قسم کا اعلان میں جماعت کے سامنے کرنے کے لئے تیار ہوں۔ مگر آپ قادیان کو نہ چھوڑیں کیونکہ قادیان آپ کے اور ہمارے محبوب کا دیار ہے۔ اس پر پہلے تو وہ کہنے لگے کہ بہت اچھا میں نہیں جاؤں گا۔ مگر چوتھے دن پتہ لگا کہ نہ صرف آپ گئے بلکہ ہماری لائبریری کی کتابیں بھی لے کر بھاگ گئے۔ یہ پہلی چوری تھی جو ان سے سرزد ہوئی کہ جتنی کتابیں لائبریری کی ان کے پاس رہتی تھیں تاکہ قرآن کریم کے ترجمہ میں ان سے مدد لے سکیں وہ ساری لے کر بھاگ گئے۔

قاضی امیر حسین صاحبؓ

میرے پاس آئے۔ وہ میرے استاد بھی تھے اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے بہت دوست تھے۔ کہنے لگے احمدیوں میں بڑا جوش ہے آپ مجھے جانے کی اجازت دیں میں نہر پر سے ان سے کتابیں چھین کر لاتا ہوں۔ میں نے کہا قاضی صاحب اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ اگر ایک شخص دین کو چھوڑ کر چلا گیا ہے تو اس نے تو اتنی بڑی چیز چھوڑی ہے اس کے مقابلہ میں اگر ایک دو ہزار کی کتابیں ہم نے کھو بھی دیں تو کیا نقصان ہوا۔ اس نے تو دیار محبوب چھوڑا ہے جماعت چھوڑی ہے ہم نے صرف چند کتابیں چھوڑی ہیں اس لئے آپ نہ جائیں۔ انہیں یہ بات ناگوار معلوم ہوئی اور چونکہ وہ میرے استاد تھے کہنے لگے میاں آپ کو سلسلہ کے مال کا درد نہیں میں نے کہا آپ کو سلسلہ کی عزت کا درد نہیں۔ اچھا بہرحال میں ہی ہوں۔ اس طرح

یہ تیسرا موقعہ تھا

جس میں خدا تعالیٰ نے یہ ظاہر کیا کہ وہ مجھ سے کام لینا چاہتا ہے اور جو شخص بھی میرے مقابلہ میں کھڑا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسی کو ذلیل اور ناکام رکھنا چاہتا ہے اور خود اس کے ہاتھ سے ہی ذلت کے سامان کرا دیتا ہے۔ اب دیکھو اگر مولوی محمد علی صاحب اس وقت مان جاتے اور میں کھڑے ہو کر اعلان کر دیتا کہ ساری جماعت مولوی محمد علی صاحب کی بیعت کرلے تو یقیناً اس وقت لوگوں کے دلوں کی ایسی دردناک حالت تھی کہ اور وہ اتنے ڈرے ہوئے تھے کہ وہ میری بات کا انکار نہ کرتے پھر انہیں مجھ سے محبت بھی تھی۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو فوت ہوئے ابھی تھوڑے ہی سال ہوئے تھے۔ پس اس محبت کی وجہ سے اور ادھر حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی وفات کی وجہ سے دل بہت ڈرے ہوئے تھے۔ دوسرے میرے ساتھ جماعت کی محبت کی ایک نئی وجہ یہ بھی پیدا ہوگئی تھی کہ ۱۹۱۲ء میں میں حج کر کے واپس آیا اور اگلے سال یعنی

۱۹۱۳ء میں نے الفضل جاری کیا

یہ اخبار بھی بڑا مقبول ہوا۔ اور اس کی وجہ سے بھی لوگوں کو میرے ساتھ خاص محبت تھی۔ اور کچھ اس وجہ سے بھی اسے مقبولیت ہوئی کہ اس میں کچھ مضامین حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے بھی لکھے تھے جن میں پیغامیوں کو برا بھلا کہا گیا تھا اور ایک جگہ پر تو آپ نے یہ الفاظ تحریر فرمائے تھے کہ

"مدہنز اور ملامت پیغام آپ جس نے اپنی چھٹی شائع کر کے ہمیں پیغام جنگ دیا اور نفاق کا جھنڈا کھڑا کر دیا۔"

پس میں اگر کہہ دیتا کہ مولوی محمد علی صاحب کی بیعت کر لی جائے تو سب لوگ مولوی محمد علی صاحب کی بیعت کر لیتے مگر خدا تعالیٰ کا منشاء یہ تھا کہ یہ کام ان سے نہ لے بلکہ مجھ سے لے۔ سو خدا تعالیٰ نے مجھ کو ہی کھڑا کیا اور وہ ناکام رہے۔

یہ تیسری مثال ہے

اس بات کی کہ مصلح موعود کے لئے خدا تعالیٰ نے متواتر نشان دکھائے اور اس کی انگلی بار بار اس طرف اٹھتی تھی کہ میں ہی وہ شخص ہوں جس سے خدا تعالیٰ یہ کام لینا چاہتا ہے اور پھر میرے عمل نے بھی اس بات کو ثابت کر دیا۔ آج مولوی محمد علی صاحب کی تفسیر قرآن بھی موجود ہے اور میری تفسیر بھی ان کی تفسیر تین جلدوں میں ہے اور اس کے ۱۹۹۵ صفحات ہیں اور میری تفسیر قرآن اب تک ۲۳۷۶ صفحات تک مکمل ہو چکی ہے اور ۱۳۵۴ صفحہ کی اب تفسیر صغیر چھپی ہے۔ اگر یہ تفسیر کبیر مکمل ہو جائے تو میرا خیال ہے کہ وہ سات ہزار صفحہ کی کتاب ہو جائے گی اور مولوی صاحب کی اس کے مقابلہ میں صرف بیس سو صفحہ کی کتاب ہو گی۔ پھر اگر دوسری کتابیں دیکھی جائیں جیسے دعوۃ الامیر وغیرہ ہیں اور ان کے صفحات بھی اس میں شامل کئے جائیں تو میری تفسیر کے غالباً بیس ہزار سے زیادہ صفحے ہو جائیں گے اور مولوی صاحب کی کتابیں ان کے مقابلہ میں رکھی جائیں تو وہ بالکل ہیچ نظر آئیں گی

پھر مبلغین کو دیکھو تو اللہ تعالیٰ نے مجھے

یورپ میں تبلیغ اسلام

کی ایسی توفیق دی کہ شیخ محمد طفیل صاحب جو غیر مبائعین کے مبلغ ہیں اور آجکل ایمسٹرڈم (ہیگ) میں کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے ایک دفعہ "پیغام صلح" میں مضمون لکھا کہ اس وقت مغربی دنیا میں ہالینڈ۔ جرمنی سپین اور سوئٹزرلینڈ میں مبائعین کے مبلغ کام کر رہے ہیں اور سب ہی پڑھے لکھے مخلص نوجوان ہیں اور سات آٹھ سال ان ممالک میں رہنے کی وجہ سے مغربی زبانوں سے بھی کما حقہٗ واقف ہو چکے ہیں اور ان میں تقریر و تحریر کی کافی مہارت پیدا کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ ڈچ جرمن اور انگریزی زبان میں ان کے پاس لٹریچر بھی اچھا خاصہ موجود ہے۔

(پیغام صلح ۲۱ جولائی ۱۹۵۴ء)

غرض اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی کہ سپین میں میں نے کرم الٰہی ظفر کو بھجوایا۔ فرانس میں ملک عطاء الرحمٰن کو بھجوایا۔ ہالینڈ میں حافظ قدرت اللہ اور غلام احمد بشیر کو بھجوایا۔ پھر مولوی ابوبکر ایوب انڈونیشین کو بھجوایا۔ اسی طرح شیخ ناصر کو سوئٹزرلینڈ میں بھجوایا۔ ابراہیم خلیل کو اٹلی، سسلی اور فری ٹاؤن بھجوایا۔ شیخ رشید احمد کو ڈچ گی آنا میں بھجوایا۔ اور خلیل ناصر امریکہ میں کام کر رہے ہیں۔ پہلے

مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ

کام کرتے تھے۔ پھر ماسٹر محمد دین صاحب کام کرتے رہے۔ پھر صوفی مطیع الرحمٰن صاحب رضی اللہ عنہ بھجوائے گئے۔ اب خلیل ناصر کام کر رہے ہیں۔ اسی طرح امریکہ میں اور بھی بہت سے مبلغ کام کر رہے ہیں۔ غرض ان کی کتابوں سے زیادہ کتابیں لکھنے کی مجھے توفیق ملی اور پھر ان کتابوں کے ساتھ مبلغ بھیجنے کی جو ضرورت تھی جن کے بغیر کتابیں کوئی کام نہیں دے سکتیں۔ خدا تعالیٰ نے مجھے اس کو پورا کرنے کی بھی توفیق دی۔ کیونکہ یوروپین لوگ اسلام سے ناواقف ہیں۔ جب تک ان کو کوئی سمجھانے والا نہ ہو صرف کتاب ان کے آگے رکھ دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا مگر

ہمارے مبلغین

نے ان کتابوں کے ذریعہ سے جیسا کہ آپ نے مسٹر بشیر احمد آرچرڈ کا لیکچر سنا ہے یا ملک عزیز احمد صاحب سے سنا ہے وہاں کے حالات ہی بدل دیئے ہیں۔ ہمارے مبلغ نے صدر انڈونیشیا مسٹر سوکارنو کو قرآن شریف پیش کیا تھا جس کا فوٹو بھی چھپ گیا تھا۔ جب قرآن شریف انہیں پیش کیا گیا تو انہوں نے کھڑے ہو کر اسے لیا۔ اس کو چوما اور پھر اسے سر پر رکھا۔ ہمارا مبلغ بھی اس وقت ان کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے خود ہی خواہش کی کہ اس کی فہرست مضامین بھی چھاپی جائے۔ چنانچہ وہ فہرست مضامین اب تفسیر صغیر کے ساتھ لگ گئی ہے۔ جب اس کا انگریزی میں ترجمہ ہو کر غیر ممالک میں جائے گا تو پھر لوگوں کو پتہ لگے گا کہ مولوی محمد علی صاحب کا انڈیکس اس کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں!

ولادت

اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو مؤرخہ ۱۲ / ۲ / ۵۸ کو لڑکا عطا فرمایا ہے حضرت اقدس ایدہ اللہ نے نومولود کا نام سلطان احمد تجویز فرمایا ہے احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نومولود کو باعمر، نیک اور خادم دین بنائے (عبدالرحمٰن آف کوٹ احمدیاں)

ہفتہ تحریک وصیت

مجلس مشاورت کا ایک اہم فیصلہ

مجلس مشاورت منعقدہ ۱۹۵۵ء میں نظارت بہشتی مقبرہ کے متعلق سٹینڈنگ فنانس کمیٹی کی یہ سفارش پیش ہو کر منظور ہوئی تھی کہ:-

"گذشتہ پانچ سال (۵۱-۵۰ لغایت ۵۵-۵۴) میں صرف ۱۳۵۳ احباب نظام نو میں وصیت کر کے شامل ہوئے یہ تعداد بہت کم معلوم ہوتی ہے۔ اگر مناسب سعی کی جائے تو وصایا کی تعداد بڑھ سکتی ہے۔ اس سلسلہ میں مندرج ذیل تجاویز عمل میں لائی جائیں تو جہاں ایک طرف جماعت کے اخلاص میں ترقی ہو سکتی ہے وہاں دوسری طرف آمد میں بھی معتدبہ اضافہ ہو سکتا ہے

(۱) سال میں ایک ہفتہ تحریک وصیت منایا جائے۔

(۲) امراء و صدر صاحبان مقامی طور پر وصایا کی پر زور تحریک کریں۔

(۳) جلسہ سالانہ پر بذریعہ وفود وصیت کی تحریک کی جائے"۔

سٹینڈنگ کمیٹی کی اس سفارش کے مطابق گذشتہ دو سالوں میں بھی "ہفتہ تحریک وصیت" منایا گیا تھا۔ اور اس سال بھی اس تحریک کے لئے مارچ کا چوتھا ہفتہ (۲۲ لغایت ۲۷ مارچ) مقرر کیا جاتا ہے اس ہفتہ میں ہر موصی اور ہر عہدہ دار مقامی جماعت ہائے احمدیہ کو چاہیئے کہ وہ وصیت کی غرض و غایت اور برکات و فوائد اپنے غیر موصی احباب اور رشتہ داروں کے ذہن نشین کرا کر انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منشاء مبارک کے مطابق وصیت کرنے کی پر زور تحریک کرے۔ اس سلسلہ میں جماعت کے امراء اور پریذیڈنٹ صاحبان اور لجنات اماء اللہ کی صدر صاحبات سے مجلس کارپرداز یہ درخواست کرتی ہے کہ وہ اس اعلان کی اشاعت ہوتے ہی فوری طور پر اپنے اپنے حلقوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رسالہ الوصیت اور اس کے بعد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تقریر "نظام نو" کے روزانہ درس کا انتظام اس طریق پر فرما دیں کہ ان کتابوں کے مضامین سے ہر موصی اور غیر موصی یکساں طور پر مارچ کا تیسرا ہفتہ ختم ہونے سے قبل واقف و آگاہ ہو جائے تاکہ چوتھے ہفتہ میں عملی جدوجہد ہو سکے (اگر پوری کتاب کے درس کے لئے وقت ناکافی ہو تو کم از کم نظام وصیت سے براہ راست تعلق رکھنے والے حصہ کے درس کا ضرور انتظام کیا جائے) اور عملی جدوجہد میں مندرجہ ذیل امور کو مدنظر رکھا جائے

اوّل۔ غیر موصی احباب و مستورات کو وصیت کرنے کی تحریک کی جائے بخصوصاً غیر موصی اہل ثروت اور متمول اصحاب کو آگے لایا جائے خواہ وہ ملازم پیشہ ہوں یا تاجر پیشہ یا زمیندار ہوں۔ اس تحریک سے اموال کا جمع کرنا بے شک ہمارا اصل مقصد نہیں ہے بلکہ اصل مقصد وہی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رسالہ "الوصیت" میں بیان فرمایا اور جس کی تشریح و تفصیل حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنی تقریر "نظام نو" میں فرما دی۔ لیکن ہم اپنے اس مقصد کی طرف پوری تیز رفتاری کے ساتھ نہیں آ سکتے۔ جب تک کہ متمول اور جائیداد والے اصحاب اس تحریک میں کثرت کے ساتھ شامل نہ ہوں۔ پس ضروری ہے کہ ان مبارک ایام کو قریب تر لانے کے لئے خوشحال اور حیثیت والے احباب کو اس مبارک تحریک میں شامل ہونے کے لئے زور سے ترغیب و تحریص دلائی جائے۔

دوم:- حصہ آمد اور جائیداد کے نئے اور پرانے موصیوں کو یہ تحریک کی جائے کہ وہ اپنی وصیتوں کے معیار میں اضافہ کریں یعنی حسب توفیق ۱/۱۰ کی بجائے ۱/۹ کی اور ۱/۹ کی بجائے ۱/۸ کی وصیت کریں وعلیٰ ہذا القیاس۔

سوم:- جن احباب کی وصایا بوجہ بقایا دار ہونے کے کسی وقت منسوخ ہو چکی ہیں ان کو سمجھایا جائے کہ وہ اپنی وصایا کو بحال کرانے کی کوشش کریں۔

چہارم۔ اگرچہ قاعدہ یہی ہے کہ منقولہ جائیداد کی وصیت کا حصہ بھی موصی کی وفات کے بعد اس کے ورثاء ادا کریں۔ لیکن ترغیب دلائی جائے کہ منقولہ جائیداد (مثلاً مستورات کے زیور اور مہر اور نقد روپیہ) کے موصی اصحاب اپنا حصہ وصیت اپنی زندگی میں ادا کریں۔

پنجم۔ حصہ آمد کے موصی احباب پر سلسلہ کی روز افزوں ضروریات کے پیش زور دیا جائے کہ وہ آمد کا ماہوار حصہ شرح صدر اور باقاعدگی

(بقیہ صفحہ ۸ پر)

لازمی چندوں کا بجٹ پورا کرنا ضروری ہے

(قسط سوئم)

صدر انجمن احمدیہ کے موجودہ مالی سال میں اب صرف دو اڑھائی ماہ کا عرصہ رہ گیا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہت سی جماعتوں کی وصولی کی رفتار تسلی بخش ہے اور امید ہے کہ وہ معمولی مزید کوشش کر کے سال رواں کا بجٹ پورا کر لیں گی۔ لیکن کئی جماعتیں ایسی بھی ہیں جن کی وصولی کم ہے اور بعض جماعتوں کے ذمہ پچھلے سالوں کے بقائے بھی ہیں۔ انفرادی طور پر ہر جماعت کے صدر اور سیکرٹری صاحب مال کو ان کے بجٹ بقایا اور وصولی سے اطلاع دی جا چکی ہے۔ احباب کی آگاہی کے لئے بڑی بڑی جماعتوں کی وصولی کی رفتار کا نقشہ درج ذیل ہے۔ جس میں سالِ رواں کے بجٹ کے مقابلہ میں پہلے نو مہینوں کی وصولی فیصدی کی شکل میں دکھائی گئی ہے۔ جن جماعتوں کے ذمہ سابقہ بقائے بہت ہیں ان پر یہ (ص) نشان لگایا گیا ہے۔ ایسی جماعتوں کو اپنے بقائے صاف کرنے کی طرف پوری توجہ کرنی چاہیئے۔

بعض جماعتوں کی طرف سے جن پر یہ (✻) نشان لگایا گیا ہے سال رواں کا بجٹ موصول نہیں ہوا۔ ان کی وصولی کی رفتار نکالنے کے لئے ان کا سال رواں کا بجٹ پچھلے سال کے بجٹ کے برابر فرض کر لیا گیا ہے۔ ان جماعتوں کو چاہیئے کہ مزید توقف کے بغیر اپنا بجٹ بھجوا دیں جن جماعتوں کے چندہ عام و حصہ آمد کی وصولی ۷۵% یا اس سے زیادہ ہے ان کا ان مدات کا تدریجی بجٹ پورا ہو گیا ہے۔ چندہ جلسہ سالانہ اس وقت تک سو فی صدی وصول ہو جانا چاہیئے تھا۔

میں تمام احباب اور عہدہ داروں سے درخواست کرتا ہوں کہ سال رواں کے یہ آخری دو تین مہینے لازمی چندوں کی وصولی کے لئے وقف کر دیں اور کوئی جماعت ایسی نہ رہے جو سال رواں کا بجٹ پورا کرنے کے علاوہ سابقہ بقاؤں میں سے بھی ایک معتدبہ حصہ وصول نہ کر لے۔ چندہ جلسہ سالانہ کی طرف بھی خاص توجہ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس سال اس چندہ کی وصولی خرچ کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔

ناظر بیت المال۔ ربوہ

ف۔ جن جماعتوں کا بجٹ پانچ سو اور ایک ہزار روپے کے درمیان ہے

نمبر ترتیب	نام جماعت	وصولی فیصدی: چندہ عام وحصہ آمد	وصولی فیصدی: چندہ جلسہ سالانہ
۱	جھنگ شہر	۱۲۱	۱۸۳
۲	کھائی کلاں	۱۳۹	۱۴۷
۳	چک ۱۶۹ مراد	۷۷	۱۶۸
۴	لالہ موسےٰ	۱۲۰	۱۲۱
۵	جلی پور (ملتان)	۱۰۷	۱۳۳
۶	مانسہرہ	۱۰۰	۱۳۴
۷	چک ۲۷۳ الف کاچیلو	۷۷	۱۲۶
۸	کوٹ آغا ✻	۱۲۴	۷۶
۹	چک ۶۵ ج ب	۱۰۱	۹۸
۱۰	چک ۲۱۳ ج ب کھتو والی	۸۱	۱۱۷
۱۱	مورو	۹۳	۱۰۵
۱۲	راجہ جنگ	۷۹	۱۰۴
۱۳	چک ۴۴ الف نہر فتح	۵۹	۱۲۳
۱۴	کھیوہ باجوہ	۷۶	۱۰۵
۱۵	طالب آباد شریف آباد	۷۷	۱۰۳
۱۶	جھکو بھٹی	۸۳	۹۴
۱۷	چندر کے منگولے	۹۵	۸۱
۱۸	دہیرہ چھیاپٹ	۷۵	۱۰۰
۱۹	کوٹ احمدیاں	۸۳	۹۰
۲۰	مرے والا	۵۶	۱۱۵
۲۱	بہلولپور (سیالکوٹ) ✻	۷۶	۹۵
۲۲	بستی جھول	۱۰۱	۶۸
۲۳	بہاول نگر	۷۹	۹۰
۲۴	مہدی پور کٹھووال ✻	۸۳	۸۴
۲۵	چک ۹۶ گ ب صریح	۶۷	۱۰۰
۲۶	چک ۲۳۰ R.B چوہلا رام	۷۲	۹۲
۲۷	چک ۳۰/11-L ✻	۷۲	۹۲
۲۸	کنڈیارو	۶۹	۹۴
۲۹	چک ۶/11-L	۶۹	۹۴
۳۰	چک ۶۴ ش	۷۲	۹۰
۳۱	چک ۴۹ D.B	۹۷	۸۵
۳۲	کوٹ قیصرانی ✻	۶۷	۸۵
۳۳	چک ۹ بستی نور پور	۸۴	۶۵
۳۴	چک ۳۰۶ گ ب	۵۵	۸۹
۳۵	دیپال پور	۶۸	۷۶
۳۶	چک ۹۳ T.D.A	۶۹	۷۴
۳۷	کالرہ مردان سنگھ	۵۰	۹۰
۳۸	نارووال	۷۳	۶۷
۳۹	چوہڑکانہ منڈی	۶۲	۷۸
۴۰	چک ۳۲ ج	۵۷	۸۰
۴۱	لودھراں	۸۴	۵۳
۴۲	چک ۱۰۹ گ ب نزد ڈن گرہ	۴۴	۹۲
۴۳	چک ۸۸ ش	۵۰	۸۶
۴۴	چک ۸۸ ج	۶۰	۷۴
۴۵	چک ۲۹۵ ج ب بیریانوالہ	۶۱	۷۳
۴۶	چک ۲۵۴ ج ب قادرآباد	۷۸	۵۶
۴۷	سجوال ✻	۳۴	۹۰
۴۸	پتوکی ✻	۶۴	۶۹
۴۹	چک ۱۶۸/۱۷۱ ننگھ	۳۰	۱۰۲
۵۰	مونگ	۷۱	۶۰
۵۱	چک ۲۹۷ ج ب	۹۴	۴۸
۵۲	سنشادیوال خورد	۶۱	۶۵
۵۳	شاہدرہ لاہور	۱۰۴	۲۱
۵۴	چک ۲۳۳/۹ فورٹ عباس	۴۳	۶۲
۵۵	چک ۱۶۸ مراد	۷۷	۷۴
۵۶	سنجر چانگ (سندھ)	۴۴	۸۰
۵۷	مدرسہ چٹھہ	۷۲	۵۲
۵۸	خانانوالی میانوالی	۷۰	۵۲
۵۹	پکانسوانہ	۳۰	۱۰۳
۶۰	ڈوپی	۴۶	۷۴
۶۱	دھوریہ (گجرات)	۶۱	۵۸
۶۲	خیل مرکزی اپینی پایاں	۵۳	۶۵
۶۳	سکرنڈ	۶۶	۶۱
۶۴	سرائے نورنگ	۷۶	۴۰
۶۵	میاں چنوں	۴۸	۶۷
۶۶	کوٹ عبداللہ	۶۹	۴۶
۶۷	پیچی	۶۴	۵۰
۶۸	چارسدہ	۵۰	۶۴
۶۹	دارالبرکات ربوہ	۵۰	۶۳
۷۰	ظفروال	۴۵	۶۸
۷۱	چک ۴۵ مڑ	۱۴	۹۷
۷۲	چک ۱۹۴ راکھیانوالہ	۳۲	۶۹
۷۳	راجن پور	۳۷	۷۲
۷۴	چک ۶۱ R.B بیدیانوالہ	۶۷	۴۲
۷۵	پریم کوٹ	۴۸	۵۹
۷۶	ککرال	۵۰	۵۵
۷۷	جیمس آباد	۴۴	۶۰
۷۸	کوچہ چابک سواراں لاہور	۵۸	۴۶
۷۹	پیرکوٹ	۴۵	۵۹
۸۰	چک ۱۶۹/۷-R	۵۱	۵۳
۸۱	چک چھبیرہ	۵۶	۴۷
۸۲	نانوں ڈوگو	۳۹	۶۲
۸۳	قلات	۶۴	۳۸
۸۴	چک ۲۷۵ R.B کرتارپور	۶۶	۳۶
۸۵	لوبیریوالہ	۴۲	۵۹
۸۶	مانگا چانگریاں ✻	۴۶	۵۴
۸۷	مالکے بھگت ✻	۶۷	۳۰
۸۸	نیل کوٹ چاہ بھاگووال	۴۹	۴۸
۸۹	پنڈی بھاگو	۵۲	۴۴
۹۰	مسن بانڈہ	۳۱	۶۵
۹۱	ظفرآباد اسٹیٹ ڈیرہ ڈھکی	۹۵	×
۹۲	حویلیاں	۴۵	۹۴
۹۳	دادو ✻	۲۹	۱۳
۹۴	کبیر والہ	۴۲	۴۸
۹۵	تخت ہزارہ	۴۵	۴۴
۹۶	رسالپور	۵۰	۳۸
۹۷	نورآباد اسٹیٹ	۲۸	۵۹
۹۸	چک ۴۹ ج	۳۶	۵۱
۹۹	جیکب آباد	۴۲	۳۴
۱۰۰	چک ۸۴-۸۶ ش	۲۹	۴۵
۱۰۱	بستی سہرانی	۴۸	۳۶
۱۰۲	کلاسوالہ ✻	۳۴	۴۹
۱۰۳	سبی	۵۶	۲۵
۱۰۴	بالاکوٹ	۲۶	۵۵
۱۰۵	دیہہ ماہ کھنڈ کوٹ مولا بخش	۴۹	۳۲
۱۰۶	مڈھ رانجھا	۴۳	۵۸
۱۰۷	تلونڈی راہ والی	۴۲	۳۶
۱۰۸	مٹھروہ	۵۴	۲۲
۱۰۹	چک ۱۰۳-۱۰۲/6-R	۳۱	۴۵
۱۱۰	پنڈوری محمودہ	۴۵	۳۱
۱۱۱	چک ۷۱ ج	۲۵	۵۰
۱۱۲	سعداللہ پور	۲۱	۵۱
۱۱۳	کنجروڑ	۲۴	۴۶
۱۱۴	گلگت	۶۲	۷
۱۱۵	رانگی پور نادرآباد	۲۷	۴۱
۱۱۶	محراب پور	۲۷	۲۹
۱۱۷	بدین ✻	۳۴	۳۲
۱۱۸	پنجند ✻	۶۵	×
۱۱۹	علی پور مظفرگڑھ ✻	۴۰	۲۵
۱۲۰	چک ۶۸ لیلاں	۴۷	۱۸
۱۲۱	چک ۸۴ سرشمیر روڈ	۲۹	۳۵
۱۲۲	باٹا پور لاہور	۵۱	۱۱
۱۲۳	چک ۲/T.D.A	۳۲	۳۰
۱۲۴	کوجیلا	۴۸	۱۰
۱۲۵	شکارپور	۴۷	۹
۱۲۶	چک ۶ ملک پور	۵۲	×
۱۲۷	چک ۹ پنیار	۹	۴۳
۱۲۸	عارف والا	۱۴	۳۶
۱۲۹	چک ۲۸ ھ مانوپور	۳	۴۶
۱۳۰	چک ۲۱۹ R.B گنڈا سنگھ والا	۳۷	۲۱
۱۳۱	برج ورکس راولپنڈی	۴۲	۶
۱۳۲	چک ۳۳۴ ج ب دھیرو کے	۴۷	×
۱۳۳	چک ۱۰/۵ ننگا پور	۲۳	۲۴
۱۳۴	گوٹھ رحمت علی	۱۹	۲۶
۱۳۵	چک ۱۰ شرقی غربی	۲۸	۱۳
۱۳۶	بھکر	۲۴	۵
۱۳۷	مانسر کیمپ ✻	۱۴	۷
۱۳۸	بوگرہ (بنگال)	۱۶	۱
۱۳۹	لاڑکانہ ✻	۹	۵
۱۴۰	گھونڈا ✻	۱	۱۲

(بقیہ صفحہ ۸ پر)

نمبر ترتیب	نام جماعت	وصولی فیصدی چندہ عام حصہ آمد	وصولی فیصدی چندہ جلسہ سالانہ
۱۴۱	بستی بابا جھنڈا	۸	۵
۱۴۲	گھاٹورا (بنگال)	۷	۵
۱۴۳	ڈیرہ اسماعیل خان	۱۰	×
۱۴۴	رنگ پور (بنگال)*	۸	×
۱۴۵	کروڑا (بنگال)	۲	×
۱۴۶	سید پور (بنگال)*	×	×
۱۴۷	دیناج پور (بنگال)*	×	×
۱۴۸	بھادوگر (بنگال)	×	×
۱۴۹	چاردکیا (بنگال)*	×	×
۱۵۰	منصور آباد*	×	×
۱۵۱	چک ۲۳/R-۲	×	×

(ناظر بیت المال)

مکرم نور احمد صاحب منیر کا لیکچر

بقیہ صفحہ اول

لیکن جب ان مغربی طاقتوں نے معاہدات کا کوئی پاس نہ کیا اور کئے ہوئے وعدوں سے پھر گئے تو پھر ان اخبارات کے لب و لہجہ اور روش میں فرق آنا شروع ہوا اور نئے نئے اخبارات جاری ہو ہو کر ان طاقتوں کی مسلسل وعدہ خلافیوں کے خلاف آواز اٹھانے لگے۔ پیرس، استنبول اور پیرس کی یونیورسٹیوں کے فارغ التحصیل عرب نوجوانوں نے جہاں اور میدانوں میں قوم کی رہنمائی کا فرض ادا کرنا شروع کیا۔ وہاں صحافت کے میدان میں بھی قدم رکھ کر انہوں نے کچھ کم کارہائے نمایاں سرانجام نہیں دیئے۔ چنانچہ عوام میں سیاسی بیداری پیدا کرنے اور بڑی بڑی طاقتوں کی چالوں سے آگاہ کرنے میں انہوں نے اپنا زور قلم صرف کر ڈالا۔ جوں جوں عرب ممالک آزاد ہوتے گئے عرب صحافت دن بدن مضبوط ہوتی چلی گئی۔ اور اسی رفتار سے عوام میں اخبار بینی کا شوق بڑھتا چلا گیا۔ آج قاہرہ دمشق بغداد اور لبنان سے بڑے بڑے روزنامے بڑی آب و تاب کے ساتھ شائع ہوتے ہیں جن کا حلقہ اشاعت نہ صرف اپنے ملک میں بہت زیادہ وسیع ہے۔ بلکہ بیرونی ملکوں میں بھی وہ بہت دلچسپی سے پڑھے جاتے ہیں۔ عالمی سیاست میں مشرق وسطیٰ کی بڑھتی ہوئی اہمیت کے پیش نظر عربی صحافت بھی دن بدن ترقی کر رہی ہے اور بیرونی ملکوں کے لوگ بھی اس میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی لے رہے ہیں۔

تقریر کے بعد سوالات کا موقع بھی دیا گیا۔ چنانچہ طلبہ نے آپ سے عربی زبان میں ہی متعدد سوالات کئے جن کے آپ نے مختصر الفاظ میں مناسب جواب دیئے۔ ایک سوال کے جواب میں آپ نے بتایا کہ وہاں صحافت کو بہت ممتاز پیشہ خیال کیا جاتا ہے اور اخبار نویس سوسائٹی میں بہت قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ انہیں حکومت اور پبلک اداروں کی طرف سے ہر قسم کی سہولتیں اور مراعات دی جاتی ہیں۔ بیروت اور قاہرہ میں صحافت کی تعلیم کے لئے بڑے بڑے کالج قائم ہیں جن میں بڑے بڑے نامی پروفیسر جنہیں سیاسی، ادبی، جنگی اور اجتماعی نفسیات میں خاص درجہ حاصل ہوتا ہے تعلیم دیتے ہیں۔

مکرم مولانا ابو العطاء صاحب کی صدارتی تقریر کے بعد مجلس عربی کا یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

پتہ درکار ہے

خواجہ محمود احمد صاحب ولد خواجہ جلال الدین صاحب ساکن ظفروال تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ کا موجودہ ایڈریس درکار ہے۔ جو دوست ان کے موجودہ ایڈریس سے آگاہ ہوں وہ دفتر ہذا کو مطلع فرماویں۔ اگر وہ خود یہ اعلان پڑھیں تو اپنے ایڈریس سے دفتر ہذا کو مطلع فرماویں۔ (ناظر بیت المال)

لیڈر بقیہ صفحہ ۲

زیادہ ہو گئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ علماء سمجھتے ہیں کہ چونکہ پاکستان اسلام کے لئے بنایا گیا۔ اور اسلام وہی ہے جس کو وہ پیش کرتے ہیں اس لئے اگر ہم نے بڑھ کر عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں نہ لی تو اسلام تباہ ہو جائیگا۔ اس لئے ضرور ہے کہ دوسرے عقائد کو جو غیر اسلامی ہیں پنپنے نہ دیا جائے۔ اور انہیں ابھی سے بزور دبا دیا جائے اس لئے وہ ایک دوسرے کے خلاف زیادہ جوش سے صف آراء ہو گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان فرقوں کی بعینہٖ یہی حالت انگریز کے کامل غلبہ سے پہلے ہی ہو چکی تھی۔ اور سنی، شیعہ، حنفی، وہابی وغیرہ تنازعات قریباً یہی تلخی اختیار کر چکے تھے جو اب پاکستان بننے کے بعد رونما ہو رہی ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ہمارے علماء کی یہ بیماری مزمن ہو چکی ہے اور ان کے رگ و پے میں سما چکی ہے۔ اس کی جڑیں اکھاڑنا اب اتنا آسان نہیں جتنا کہ شاید الاعتصام کے فاضل اداریہ نگار خیال کرتے ہیں۔ جہاں تک علماء کا تعلق ہے مولانا نے جو علاج بتایا ہے اصولاً صحیح ہے۔ لیکن اس علاج کے لئے جو باتیں ضروری ہیں آپ نے اس کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ علماء کی متحدہ کوشش بجا ہے۔ لیکن یہ کوشش کس بنیاد پر ہونی چاہیئے؟ اس بنیاد کی تلاش کے لئے ہمیں کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں۔ یہ بنیاد تو دراصل اسلام کی جان ہے اور قرآنی تعلیمات کا طرۂ امتیاز ہے۔ لیکن ہمارے علماء اس کو اپنی جنگجویانہ ہنگامہ آرائیوں کے غبار میں گم کر چکے ہیں۔ بلکہ اس کو نعوذ باللہ منسوخ سمجھ بیٹھے ہیں۔ وہ کیا ہے؟ وہ ہے۔

لا اکراہ فی الدین قد
تبین الرشد من الغی

یہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور قرآن کریم میں یہ الفاظ اب تک خورشید جہانتاب کی طرح چمک رہے ہیں۔ لیکن ہم نے اس کو اپنے زعمات کے غبار میں چھپا دیا ہے۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ اگر ہمارے چند دردمند مسلمان علماء اس بنیاد پر کھڑے ہوں اور تمام وعظ و نصیحت چھوڑ کر صرف اس کو پکڑ لیں اور تمام مساجد میں کئی سال تک اسی آیہ کریمہ پر خطبے پڑھیں تو چند سالوں میں یہ لعنت دنیائے اسلام سے رخصت ہو سکتی ہے۔ مگر ع
کون ہوتا ہے حریف مے مردافگن عشق

ہفتہ تحریک وصیت (بقیہ صفحہ ۶)

کے ساتھ ادا کر کے اپنے مقررہ بجٹوں کو پورا کریں اور اس کے ساتھ ہی اگر ان کے ذمہ سالہائے گذشتہ کا کچھ بقایا ہو تو اسے بھی جلد ادا کرنے کی فکر کریں خواہ یکمشت ادا کریں یا بذریعہ مجلس کارپرداز [illegible] منظوری لے کر مناسب اور معقول اقساط [illegible]

[illegible]

صاحبان اور لجنات اماء اللہ کی صدر صاحبات سے یہ بھی گذارش ہے کہ اس تحریک کے سلسلہ میں ان کی مساعی کے جو بھی نتائج پیدا ہوں گے۔ ان کی اطلاع ۲۸ مارچ کے معاً بعد بہت جلد دفتر وصیت کو دے کر ممنون فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

سیکرٹری مجلس کارپرداز مقبرہ بہشتی۔ ربوہ